ملک معراج خالد

جذبۂ اخوت اور ہمارے حقوق

پاکستان میں تیرہ، چودہ کروڑ عوام بستے ہیں۔ یہ ان سب کا ملک ہے، [آیے!] ہم حقیقت میں دیکھیں کہ کیا واقعی یہ سب کا ملک ہے؟

کیا ہم نے پاکستان کے ہر فرد کے حقوق کا تحفّظ کیا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ ہم سب کو اس بات پر سوچنا چاہیے، اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ صرف چند بالا دست لوگوں کے لیے تو یہ ملک نہیں بنایا گیا تھا۔ ہم سب ہندو کی اکثریت اور بالادستی سے خوفزدہ تھے، اور پاکستان بنا کر ہم نے یہاں اپنی بالادستی قائم کردی۔ یہ جمہوریت نہیں، کیونکہ جمہوریت کا مطلب اکثریت کی ڈکٹیٹر شپ نہیں ہوتا۔ جمہوریت کا مطلب ہر فرد اور اقلیّت کے حقوق کا تحفظ اور اس کی بازیافت ہے۔ اگر ہم پاکستان میں بسنے والے ہر مکتبِ فکر کے لوگوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کریں گے، اُنہیں انصاف مہیا نہیں کیا جائے گا، ان کی عزت اور وقار کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو پھر وہ مقصد جس کے لیے پاکستان قائم ہوا تھا، کیسے حاصل ہو سکے گا؟

تمام پاکستانیوں کے لیے قیامِ پاکستان کے وقت قائداعظم نے ایک مشورہ دیا تھا۔ قائد اعظم نے پاکستان کی آئین ساز اسمبلی سے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو جو خطاب کیا تھا اس میں یہ کہا تھا کہ پاکستان کے عوام کو مذہب، فرقہ یا ذات برادری کے ٹکڑوں میں بانٹنے کے بجائے اُنہیں ایک ملت واحدہ کی شکل میں پاکستانی قوم کے قالب میں ڈھالا جائے۔ اگر سارے پاکستانی اپنے آپ کو ایک قوم اور پاکستان کے معزز شہری سمجھنے لگیں تو پھر ہمارے بیشتر مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے اور جو مسائل باقی رہ جائیں گے، ان سے ہم سب بآسانی اور بخوبی نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ ہمیں

صرف اپنا پیٹ بھرنے یا اپنے خاندان کے لیے دوسروں کا حق مارنے یا ملک وقوم کے ساتھ زیادتی کرنے کا کبھی خیال ہی نہیں آئے گا۔ کوئی منافع خور ہوگا اور نہ کوئی ذخیرہ اندوز۔ کوئی سمگلنگ کرے گا، نہ جعل سازی، کیونکہ جب تمام شہری بحسن وخوبی مملکت کے حقوق ادا کریں گے تو یہ مملکت بھی ہر فرد کو تحفظ اور وقار فراہم کرنے کے قابل ہوگی۔ کسی شخص کو کسی محکمہ سے شکایت ہوگی نہ کہیں میرٹ کا جھگڑا ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ اتحاد اور تنظیم اگر ہمارا ایمان بن جائے تو پھر یہ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور زندگی کی چھین جھپٹ بھی دور ہو جائے گی۔ ہم سب کو بانی پاکستان کے اس فلسفہ کی پیروی کرنا چاہیے جو اُنہوں نے اس مملکت کو قائم کرتے ہوئے ہمارے لیے ورثہ میں چھوڑا ہے، مگر ہم نفسانفسی میں الجھ کر رہ گئے، اس لیے سب سے پیچھے رہ گئے۔ ہم میں بے تحاشا بے قاعدگیاں رچ بس گئی ہیں، ان سب کو دور کیا جائے۔ اس کے لیے کوئی نہ باہر سے آئے گا اور نہ کوئی اوپر سے۔ ہمیں خود اس ساری صورتِ حال کی اصلاح کرنا ہے۔ ہر فرد کی اصلاح ہونے والی ہے، مگر یہ فریضہ ہم میں سے ہر فرد کو خود ادا کرنا ہے۔ جب تک ہم خود اپنی خامیوں کو دیکھ کر ان کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح نہیں کریں گے اس وقت تک بہتری ناممکن ہے۔

ایک اور بات کہنا ضروری ہے کہ حکومت جو بھی ہو، یہ آج ہے کچھ عرصہ کے بعد نہیں ہوگی، کوئی اور حکومت آجائے گی۔ ایک پارٹی کی حکومت کل تھی، آج نہیں ہے۔ جس پارٹی کی حکومت آج ہے، یہ کل نہیں ہوگی۔ مگر ہمیں یہ سوچنا اور غور کرنا چاہیے کہ کیا سب کچھ حکومت کے ساتھ ہی بدلتا ہے؟ ہمیں اپنے رویہ اور لائحہ عمل میں جو تبدیلی پیدا کرنا ہے، یہ ہمارے اپنے اخلاق اور کردار کے مطابق ہونی چاہیے اور جب تک ہم اپنے آپ میں تبدیلی پیدا کر کے اپنے آپ کو بہتر انسان بنانے کی کوشش نہیں کریں گے، ہم تبدیلی یا بہتری کی طرف رخ کرنے کے قابل نہیں ہوں گے، کیونکہ سب سے اہم عامل جو قوموں کی زندگی میں اہم کردار کرتا ہے، وہ خود احتسابی کا ہے۔ جو

لوگ اپنا احتساب خود نہیں کر سکتے، وہ اپنے آپ کو بہتر انسان بنانے کی کوشش نہیں کریں گے، ہم تبدیلی یا بہتری کی طرف نہیں جا سکتے، اور بہتری کیا ہے؟ تیرہ یا چودہ کروڑ انسان جس رویہ میں آسودگی اور آسانی محسوس کریں، وہی بہتری ہے اور ان کروڑوں عوام میں سے ہر فرد جن اصولوں اور ضابطوں سے سکھ کا سانس لے، وہی بہتری ہے۔ اس کا راستہ اور ذریعہ کیا ہے؟ اس پر ہم سب کو غور کر کے سوچ سمجھ کر گامزن ہو جانا چاہیے، کیونکہ یہ سب ہمارے سامنے کی باتیں ہیں، جسے ہم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ ہمیں اپنا نقطۂ نظر اور سوچ کا انداز بدلنا ہوگا۔ جتنا جلدی بدلیں گے اتنی ہی جلد اس کا نتیجہ بر آمد ہوگا۔

پاکستان کے شہریوں کے باہمی حقوق ہمارے ملک کی اصلاح احوال کے سلسلہ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی انسانی حقوق ہیں اور یہی سیاسی حقوق ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کی کہاں تک حفاظت کرتے ہیں اور حقوق کی نگہداشت کرتے ہوئے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا ہم کسی دوسرے، کسی کمزور، بے بس یا کسی لاچار کے حقوق غصب تو نہیں کر رہے۔ اگر ہم صرف یہی ایک فریضہ ادا کرنے پر کمر باندھ لیں تو پھر ہم سب تیرہ کروڑ لوگ، تیرہ کروڑ انسان بن جائیں گے۔

انسان بننے میں کچھ محنت کرنا پڑتی ہے اور وہ ہم سب کو بہت پہلے شروع کر دینا چاہیے تھی۔ آج بھی وقت ہے، پچاس برس میں ہم توجہ نہ دے سکے تو کوئی بات نہیں، آج سے ہی سہی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ ہم نے ایک پاکستان بنایا تھا اور آج بہت سے لوگ ہماری مسلم اکثریت سے تو نالاں نہیں؟ مسلم اکثریت کو یہ حق تو حاصل نہیں کہ غیر مسلم اقلیتوں کا حق دبائے، یا اُنہیں خوفزدہ کرے، بلکہ آپ کے سایہ میں رہنے والی اقلیتیں اگر خوفزدہ ہیں تو پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کا خوف دور کریں، ان کا اعتماد بحال کریں، اُنہیں آزادی اور سرفرازی سے سر اٹھا کر چلنے اور اپنا کردار انجام دینے کا حوصلہ دیں۔ قائداعظم کی

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء والی تقریر کا مطلب اور فلسفہ یہی تھا۔

صرف ایک مثال پر غور کریں۔ پاکستان کی قومی اسمبلی کی نشستوں میں صرف غیر مسلم سیٹوں کا یہ حال ہے کہ ہر غیر مسلم امیدوار کو کراچی سے پشاور اور پشاور سے زاہدان اور گوادر تک ووٹوں کے حصول کے لیے جانا پڑتا ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اقلیتوں کی نشستوں کے لیے یہ وسعت کیوں؟ یہ بے چارے اتنے لمبے چوڑے حلقۂ انتخاب میں کس طرح کام کر سکتے ہیں؟

آخری بات جو میں اپنے پاکستانی بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ ہمارے قومی ترانے میں ہمارے عوام کی جو قوت ہے، اسے اخوت کے جذبے سے پابند کیا گیا ہے، مگر عملاً ہمارے لوگوں میں اخوت کا جذبہ کہاں ہے؟ قومی سطح پر یہ جذبہ بیدار کرنے کے لیے کسی نے کام نہیں کیا۔ لوگ ذات، برادری اور سیاسی جماعتوں کی شکل میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں، مگر اجتماعی طور پر ہم نے اِس جذبہ کو کب استعمال کرنا ہے۔ ہمارے قومی ترانے میں اخوت کا لفظ ہمارے لائحہ عمل کا ایک حصہ ہے، مگر ہم میں جذبۂ اخوت ہے کہاں؟ اس کو بیدار کرنے ہی میں ہماری قومی سلامتی اور ترقی کے راستے مضمر ہیں۔ آیے! ہم اپنی کوتاہیوں پر غور کریں، ان کی اصلاح کی کوشش کریں، یقیناً اس طرح پاکستان کے شہری کی حیثیت سے ہماری مشکلات اور پریشانیوں میں کمی ہوگی۔